تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر : 3   جنوری 2013ء   شمارہ نمبر : 1

TALIM - UL - ISLAM COLLEGE RABWAH

عِلمٌو عَمَلٌ

ایڈیٹر : مقصود الحق

نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی   مینیجر : سید نصیر احمد

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
فون: 020 8877 5510 فیکس: 020 8877 9987
ای میل: ticassociation@gmail.com

قال اللہ تعالیٰ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ
فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا
يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ (سورۃ التوبہ:۳۶)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے نزدیک، جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اللہ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہی ہے۔ اُن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہ ہے قائم رہنے والا دین۔ پس ان (مہینوں) کے دوران اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور (دوسرے مہینوں میں) مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑائی کرو جس طرح وہ تم سے اکٹھے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا کرتے کہ اے اللہ اسے ہم پر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ میرا رب اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔ (سنن الدارمی کتاب الصوم)

کلام الامام

زمین کے لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ شاید انجام کار عیسائی مذہب دنیا میں پھیل جائے یا بدھ مذہب تمام دنیا پر حاوی ہو جائے۔ مگر وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی جب تک وہ آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتاتا ہے کہ انجام کار اسلام کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 427)

امام الکلام

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اللہ تعالیٰ تمام جماعت کو یہ سال ہر لحاظ سے مبارک کرے اور اس ملک کے لئے بھی اور دنیا کے ہر ملک کے لئے یہ سال ہر لحاظ سے مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے ممالک اور لوگوں کو پیار سے رہنا سکھائے۔ دل کی نفرتیں اور کدورتیں دور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ملکوں کے خلاف جنگوں اور ظلموں کو روکنے کے سامان پیدا فرمائے۔ لوگوں کو لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہر آفت سے تمام انسانیت کو بچائے۔ کیونکہ جس طرح آج کل کے حالات ہیں بڑی تیزی سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔ اللہ رحم کرے اور یہ سال برکتوں کا سال ہو نہ کہ عذاب کا سال۔ ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر اخلاص اور وفا اور قربانی کے نمونے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ عبادتوں کے معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (از خطبہ جمعہ 7 جنوری 2005ء)

سالِ نو مبارک ہو

الحمدللہ کہ کتابِ حیات کا ایک اور ورق الٹا جا رہا ہے۔2013 کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔اللہ تعالیٰ اس نئے سال کو اور آنے والوں سالوں کو بہت بہت مبارک کرے اور آنے والے ہر لمحہ کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے بھر دے۔ جملہ قارئین بھائیوں کی خدمت میں دعاؤں کے ساتھ دلی مبارکباد عرض کرتا ہوں۔

نئے سال کے ساتھ ہمارا ای گزٹ ’’المنار‘‘ بھی اپنی عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے سال بہ سال ترقیات سے نوازتا رہے۔المنار تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے ممبران کا اپنا رسالہ ہے یہ آپ کی آواز اور آپ کا ترجمان ہے۔ ممبران سے درخواست ہے کہ وہ تعلیم الاسلام کالج کے حوالہ سے اپنی حسین یادوں کو حیطہ تحریر میں لائیں اور کالج کے زیرِ سایہ گزرے ہوئے سالوں کے یادگار واقعات لکھ کر بھجوائیں تا کہ انہیں المنار کے صفحات کی زینت بنایا جا سکے۔نہ معلوم آپ کا لکھا ہوا ایک واقعہ کتنے دلوں میں یادوں کے نقوش اجاگر کر دے اور یوں یہ سلسلہ آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے۔

سالِ نو میں ایک عزمِ نو کے ساتھ داخل ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ممبر کے طور پر اپنی ساری ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق دے۔دعاؤں کے ساتھ اس سال میں قدم رکھیں اور اپنے سب فرائض کو یاد رکھیں جن کی یاددہانی المنار کے صفحات میں ہمیشہ کروائی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارا یہ نیا سال گزشتہ سالوں سے بہت بہتر ثابت ہو اور آئندہ بلندتر منازل کی بنیاد بن جائے۔آمین۔

عطاء المجیب راشد
صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

کیمبرج جو شہرِ علم ہے (رانا عبدالرزاق خان)

دریائے Castel Hill کے شمال میں ایک قدیم قصبہ کیمبرج کے نام سے مشہور ہے۔اس کی وجہ شہرت علم پروری اور علم دوستی ہے۔اس مشہورِ عالم شہر کو وزٹ کرنے کیلئے 4دسمبر 2012 کا پروگرام تشکیل دیا تھا۔چنانچہ المنار میں اعلان کے ذریعے جملہ ممبران ایسوسی ایشن کو اس وزٹ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔4دسمبر 2012 بروز اتوار بیت الفتوح سے روانگی ہوئی۔مکرم صدر صاحب ایسوسی ایشن بوجہ ناسازئ طبع شریک سفر نہ ہو سکے۔چنانچہ نائب صدر ایسوسی ایشن مکرم ناصر جاوید خان صاحب کی زیرِ قیادت بیت الفتوح سے 17 ممبران کا گروپ سوا نو بجے صبح عازم کیمبرج ہوا۔60 میل کا فاصلہ قریباً ڈیڑھ گھنٹے میں طے کرنے کے بعد ہم کیمبرج مشن ہاؤس پہنچے تو مکرم کھوکھر صاحب اور صدر جماعت مکرم شاہد شیخ صاحب کو اپنا منتظر پایا۔دسمبر کے سرد موسم میں گرما گرم چائے سے محظوظ ہو کر ہم سب نماز ہال میں آ گئے جہاں مکرم صدر صاحب جماعت نے کیمبرج یونیورسٹی کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ شروع میں کیمبرج ایک تجارتی قصبہ ہوا کرتا تھا۔1068ء میں نارمنز نے دریائے کاسل ہِل پر Bridge تعمیر کروایا،جس کے نتیجے میں اس قصبے کا نصیب بدلنے لگا۔1209ء میں آکسفورڈ کے کچھ طلباء یہاں وارد ہوئے۔تعلیم کا سلسلہ وسعت پذیر ہوا۔تعلیم دوستی کا وہ سفر جس کا آغاز سکولوں سے ہوا اب 31 کالجوں پر محیط ہو چکا ہے۔یہ لوگ جس وقت تعلیم کو فروغ دے رہے تھے شاید اس وقت برِصغیر میں ہمارے حکمران شاہی قلعے اور تاج محل کی تعمیر میں مصروف تھے۔کیمبرج میں زیادہ تر تعلیمی ادارے وکٹورین دورِ حکومت میں قائم ہوئے۔ریلوے لائن یہاں 1845 میں آئی اور شہر کا درجہ اسے 1951 میں ملا۔یہاں کی کیمبرج یونیورسٹی دنیا میں بلند مقام رکھتی ہے۔

نمازِ ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد ہم کیمبرج یونیورسٹی دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے۔اس روز سورج آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔سردی خاصی تھی اور ہوا بھی خنک تھی۔مکرم ظہیر جتوئی صاحب کی ریفرشمنٹ نے اگرچہ گرمایا مگر موسم یہی پیغام دیتا رہا ’’اسے کہنا دسمبر آ گیا ہے۔‘‘

کیمبرج یونیورسٹی کا یہ تعلیمی وزٹ قریباً 2 گھنٹے جاری رہا۔قصہ مختصر مغرب کی نماز کی ادائیگی اور بریانی کی ضیافت سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم لوگ کیمبرج کی گرم و سرد یادیں لئے خیالوں ہی خیالوں میں یہ گنگناتے ہوئے کہ ’’ہوائے شدّتِ برف ہے ابھی قافلے کی ہوا نہیں‘‘ قریباً 6 بجے شام بخیریت واپس بیت الفتوح پہنچ گئے۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی سرگرمیوں کے حوالہ سے
گزرے ہوئے سال پر ایک نظر

☆اس سال کی سب سے اہم تقریب:-سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 18فروری 2012 کو ایسوسی ایشن کی سالانہ تقریب میں رونق افروز ہوئے اور ممبران سے خطاب فرمایا۔113 ممبران اور 21 ایسوسی ایٹ ممبران شامل تھے۔عشائیہ کے بعد ممبران نے حضورِ انور کے ساتھ گروپ تصاویر میں شمولیت کی سعادت پائی۔

☆18فروری کو ایسوسی ایشن کے انتخابات منعقد ہوئے،جن کی منظوری حضورِ انور نے عطا فرمائی۔

☆ایسوسی ایشن کی مجلس انتظامیہ کے اجلاس ہر ماہ باقاعدگی سے منعقد ہوتے رہے۔

☆22اپریل:-برطانیہ کے نیشنل والی بال ٹورنامنٹ میں ایسوسی ایشن کی ٹیم نے نمائشی میچ میں حصہ لیا،جو یو کے کی مجلس عاملہ کی ٹیم کے ساتھ ہوا۔ایسوسی ایشن نے میچ 18-25 پوائنٹس سے جیت لیا۔

☆26مئی کو برطانیہ کے ایک علمی مرکز آکسفورڈ کا تعلیمی و تفریحی ٹرپ:- 22 سابق طلبہ نے شرکت کی اور لطف اٹھایا۔

☆25اگست کو ایسوسی ایٹ ممبران کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔سابق طلبہ کے 20 بچوں اور ممبران نے شرکت کی۔پُرلطف پروگرام رہا۔

☆8ستمبر کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز دوپہر کے کھانے کے وقت ایسوسی ایشن کا اپنی نوعیت کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔جس میں دیگر ممالک سے آنے والے اساتذہ اور سابق طلبہ کے علاوہ برطانیہ کے ممبران نے اکٹھے کھانا کھایا۔بعد ازاں ایک دلچسپ اور معلوماتی پروگرام ہوا جس میں معزز مہمانوں نے کالج سے متعلق خوشگوار یادوں کو تازہ کیا۔مجموعی حاضری 150 سے زائد تھی۔

☆27اکتوبر کو عیدالاضحیہ کی شام ایسوسی ایشن نے ایک بھرپور اور ایمان افروز نعتیہ مشاعرہ منعقد کیا جس میں مکرم لئیق احمد عابد صاحب نے مہمانِ خصوصی کے طور پر شرکت کی۔

☆ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام ’مجلس علم و عمل‘ قائم کی گئی۔اس کے پہلے اجلاس میں ایک معروف سابق طالب علم مکرم طاہر عارف صاحب نے مہمانِ خصوصی کے طور پر شرکت کی اور ایک پُرمغز اور پُرلطف مقالہ کالج کی یادوں کے حوالے سے پیش کیا۔

☆پاکستان کے نادار اور مستحق طلبہ کی امداد کے طور پر ممبران ایسوسی ایشن کی طرف سے 24اپریل کو 2لاکھ روپے اور پھر 13اکتوبر کو مزید 2لاکھ روپے کی رقم پیش کی گئی۔اس حوالہ سے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدر ایسوسی ایشن کے نام اپنے خط میں فرمایا:

’’آپ نے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی طرف سے پاکستان کے نادار اور مستحق طلبہ کی امداد کے لئے رواں سال کے دوران دوسری مرتبہ 2لاکھ روپے کے برابر رقم پیش کی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر میں حصہ لینے والے تمام سابق طلبہ کے نفوس و اموال میں برکت عطا فرمائے،اخلاص و وفا میں ترقی دے اور اپنی رضا کی راہوں پر آگے ہی آگے بڑھاتا چلا جائے‘‘

☆2دسمبر کو برطانیہ کے ایک اور تعلیمی مرکز کیمبرج کا تعلیمی و تفریحی ٹرپ:-17 سابق طلبہ نے شرکت کی۔اس کی رپورٹ اس شمارہ میں شامل ہے۔

سہانا ماضی جو خواب بن گیا

(حفیظ الرحمٰن واحد۔ ایڈنبرا) قسط دوم

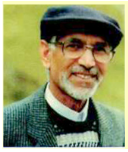

گزشتہ مضمون میں میں نے تعلیم الاسلام کالج اور اہالیانِ ربوہ کے مابین ایک طبعی موانست کا ذکر کیا تھا جس نے رفتہ رفتہ ایک بے خبری کے عالم اور ایک غیر محسوس طریق پر ایک دوسرے کو اتنا قریب اور ہم آہنگ کر دیا تھا کہ ان کے

درمیان ایک ناقابلِ بیان قلبی لگاؤ اور ٹھہرا ہوا تعلق استوار ہو گیا۔ ایک ایسا اٹوٹ تعلق جو عالمِ غیب سے اترا اور بتدریج دلوں میں سرایت کر گیا۔ ہر بستی کے ایسے نصیب کہاں!

اپنے مضمون کے اس دوسرے حصے میں کالج کے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے ساتھ بیتے ہوئے ان لمحات کا تذکرہ کروں گا جو ربوہ میں

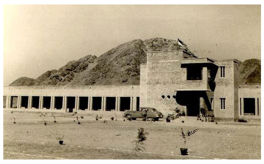

تعلیم الاسلام کالج کی تعمیر سے قبل نقشہ جات کی تیاری کے دوران پیش آئے۔ انہیں لمحات اس لئے لکھا ہے کہ بیتا ہوا وہ زمانہ تو یوں لگتا ہے کہ چشم زدن میں گزر گیا اور اب تو بس وہ دیکھا ہوا ایک سہانا خواب ہی معلوم ہوتا ہے۔

1952/53 کا زمانہ تھا۔ تعلیم الاسلام کالج اُن دنوں لاہور میں ڈی اے وی (دیانند اینگلو

ورنیکلر) کالج کی متروکہ عمارت میں ہوا کرتا تھا۔ کالج کے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ رتن باغ والی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ تعلیم الاسلام کالج کی آرکیٹیکچرل ڈرائنگز پر کام ہو رہا تھا۔ اس سلسلے میں ہماری میٹنگز کبھی رتن باغ میں اور کبھی ربوہ میں صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی رہائش گاہ پر ہوا کرتی تھیں۔ کالج کے نقشہ جات کی تیاری میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی عمومی راہنمائی کے تحت تین افراد شامل تھے ایک تو کالج کے پرنسپل

حضرت میاں ناصر احمد صاحبؒ کی ذاتِ بابرکات تھی، دوسرے استاذی المکرم قاضی محمد رفیق صاحب (جو اُن دنوں میو سکول آف آرٹ لاہور میں ہسٹری آف آرکیٹیکچر کے لیکچرار تھے) اور تیسرا خاکسار (حفیظ الرحمن)۔ پرنسپل صاحب کی جانب سے بتائی گئی ضروریات کے مطابق مکرم قاضی صاحب سکیچ ڈیزائن کرتے اور خاکسار اُس ڈیزائن کو ڈویلپ کرتا اور اس کی تفصیلی ڈرائنگز تیار کیا کرتا تھا۔ مکرم قاضی صاحب جس محنت اور اخلاص کے ساتھ یہ بے لوث خدمت بجا لاتے رہے اسے یاد کر کے ان کے لئے دل سے بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں۔ اُس تاریخی زمانے میں جب جماعت کو آرکیٹیکٹس کی ضرورت تھی، مکرم قاضی صاحب نے رضا کارانہ طور پر لبیک کہا اور جماعتی تاریخ کا حصہ بن گئے۔

کالج کے نقشہ جات چونکہ اس وقت میرا موضوع نہیں لہٰذا ان کے آرکیٹیکچرل پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اپنی توجہ بیان کردہ موضوع پر مرکوز رکھوں گا۔

لاہور میں مکرم قاضی محمد رفیق صاحب نے اپنے فلیٹ پر جو مزنگ میں واقع تھا، ایک کمرے کو ڈرائنگ سٹوڈیو بنایا ہوا تھا جس میں ہم ربوہ میں تعمیر کی جانے والی جماعتی عمارات کے مجوزہ نقشہ جات پر کام کیا کرتے تھے۔ اسی کمرے کے ایک حصے میں خاکسار کا بستر ہوتا تھا۔ میری رہائش اور دفتر اگرچہ ربوہ میں تھا لیکن اُن دنوں میں نے اس خدمت کی بجا آوری کے لئے زیادہ عرصہ لاہور میں قیام کیا۔ محترم قاضی صاحب کے ارشاد کے مطابق میں ہمیشہ ان کے ہاں اسی کمرے میں ٹھہرتا جو بیک وقت سٹوڈیو بھی تھا اور میرا بیڈ روم بھی۔ ایک دفعہ حضرت میاں ناصر احمد صاحبؒ بھی اس کمرے میں تشریف لائے۔ وہ یوں کہ ایک دن خاکسار آپ کے پاس رتن باغ میں حاضر تھا آپ نے فرمایا چلو قاضی صاحب کے سٹوڈیو سے ہو آئیں۔ چنانچہ آپ کی مشہورِ زمانہ ولز لے کار میں جسے آپ نے خود ڈرائیو کیا، ہم مکرم قاضی صاحب کے فلیٹ پر پہنچے۔ قاضی صاحب اس وقت گھر پر نہیں تھے۔ ہم تھوڑی دیر اس سٹوڈیو نما کمرے میں ٹھہرے اور پھر رتن باغ واپس آ گئے۔

اُن دنوں کی یادوں میں سے ایک یاد 1953 کے پُر آشوب دنوں کی ہے جب لاہور بھر میں جماعت احمدیہ کے خلاف مظاہرے ہو رہے تھے۔ مخالفین کی طرف سے احمدی گھروں پر حملہ کرنے کے لئے نشانات لگائے گئے تھے۔ ان میں اِچھرہ میں واقع میرے والدِ محترم ملک محمد سلیم صاحبؓ (صحابی) کا گھر بھی شامل تھا۔ ان پُرفتن حالات میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی پُر آشوب زندگی پر مشتمل کوئی فلم چل رہی ہے۔ انہی مخالفانہ ایام کی بات ہے کہ ایک روز حضرت میاں صاحب نے ہمیں رتن باغ آنے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ مکرم قاضی صاحب اور خاکسار آپ کی کوٹھی پر حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا آپ باہر گئے ہیں اور جلد ہی آجائیں گے۔ اسی اثناء میں خبر آئی کہ ایک لاکھ مظاہرین کا جلوس میکلوڈ روڈ پر سے ہوتا ہوا رتن باغ کی طرف آ رہا ہے۔ خبر سے ظاہر تھا کہ یہ جمِ غفیر رتن باغ کے سامنے مظاہرہ کرے گا اور ممکن ہے حملہ بھی کرے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ گھر کے اندر کے حصے میں کوئی اور تھا یا نہیں۔ ہم دونوں

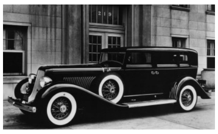

بیٹھک میں بیٹھے حضرت میاں صاحب کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ کے آنے کی اطلاع ملی۔ آپ کی کار کوٹھی سے باہر تھوڑے ہی فاصلے پر خراب ہو گئی تھی۔ کار کو وہاں چھوڑ کر آپ اپنے بچوں کے ہمراہ پیدل گھر آ گئے۔ اندر آتے ہی حفاظت کی غرض سے بچوں نے کھٹ کھٹ دروازے بند کرنے شروع کر دئے تو حضرت میاں صاحب نے بلند لہجے میں فرمایا دروازے کھول دو! چنانچہ دروازے کھول دئے گئے۔ ہم تینوں بیٹھک میں اطمینان سے بیٹھے تھے۔ ہمارے اندر کسی قسم کی گھبراہٹ یا خوف نہیں تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ایک سکینت سی سایہ فگن تھی۔ اتنے میں کوٹھی کے فرنٹ گارڈن میں کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ معلوم ہوا کہ پولیس کا ایک دستہ کوٹھی کی حفاظت کے لئے آیا ہے۔ پولیس والوں نے آتے ہی اندر پیغام بھجوایا کہ ہم آ گئے ہیں۔ ہمارے لئے چائے پانی کا انتظام کریں۔ اس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے یہ پیغام بھجوایا کہ ہم نے آپ لوگوں کو نہیں بلایا جنہوں نے آپ کو بھجوایا ہے وہی انتظام کریں۔ اسپر اُدھر سے خاموشی ہو گئی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ پولیس کا لاٹھی چارج والا ایک دستہ بھی آ گیا اور رتن باغ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ اُس وقت کی حکومتِ پنجاب کے (بعض واضح سیاسی مفادات کے تابع) احمدی مخالف رویّے اور آج کی غیر ذمہ دار اور انصاف سے عاری حکومتِ پنجاب کے رویّے میں کھلا کھلا فرق دکھائی دیتا ہے۔ اُس وقت کی حکومت نے نہ صرف رتن باغ بلکہ لاہور کے دیگر احمدیوں کے گھروں پر بھی پولیس کا پہرہ لگا دیا۔ اچھرہ میں

واقع ہمارے گھر کی حفاظت کے لئے بھی پولیس پہنچی۔قصہ مختصر، مار دھاڑ اور توڑ پھوڑ پر آمادہ اُس جلوس کو رتن باغ کی طرف آنے کی ہمت نہ ہوئی۔حضرت میاں صاحب نے فرمایا ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ آج وہ ادھر سے گزرتے۔حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے ہمراہ آپ کی ’’تاریخی‘‘ اور’’مشہورِ زمانہ‘‘ کار میں مکرم قاضی محمد رفیق صاحب کے ہاں جانے کا تذکرہ تو ہو چکا،اِسی کار میں آپ کے ہمراہ سفر کرنے کا مجھے ایک اور موقع بھی حاصل ہوا۔وہ یوں کہ ایک دفعہ آپ نے لاہور سے ربوہ کا سفر کرنا تھا۔مجھے ارشاد فرمایا کہ صبح کا ناشتہ رتن باغ میں کروں اور آپ کے ساتھ ربوہ چلوں۔چنانچہ میں رتن باغ پہنچ گیا

اور ناشتہ کرنے کے بعد ہم ربوہ کے لئے روانہ ہو گئے۔کار مکرم محمد احمد انور صاحب حیدر آبادی (جو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں میرے کلاس فیلو رہے) چلا رہے تھے۔مکرم نواب محمد احمد صاحب بھی ساتھ تھے جنہوں نے دورانِ سفر درثمین کی نظموں سے دلوں کو گرمائے رکھا۔یوں حضرت میاں صاحب (جو بعد میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے) کے ہمراہ یہ سفر میرے لئے ناقابلِ فراموش سرمایہ حیات بن گیا۔

حضرت میاں صاحبؒ کو دوسروں کی نفسیات سمجھنے پر عبور حاصل تھا کسی کی کوتاہی، غفلت یا لاپرواہی کے بالمقابل آپ اکثر چشم پوشی سے کام لیتے۔بلکہ علاج کے طور پر اس کے ساتھ اس طرح پیش آتے کہ وہ ضمیر کے ہاتھوں پشیمان ہو کر اپنی اصلاح کر لیتا۔ایسی ہی ایک کیفیت سے خاکسار بھی گزرا۔وہ یوں کہ آپ ایک دفعہ ربوہ میں صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی رہائش گاہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔پہلے سے مقررشدہ وقت پر مجھے وہاں پہنچنا تھا۔وقتِ مقررہ پر میں وہاں پہنچا کچھ اور احباب بھی آپ سے ملاقات کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔جو وقت مجھے دیا گیا تھا آپ اس وقت تک باہر تشریف نہ لائے اور اس کے بعد بھی خاصا وقت گزر گیا لیکن کسی وجہ سے آپ تشریف نہ لا سکے۔کافی انتظار کے بعد خاکسار نے ڈیوٹی پر موجود کارکن کے پاس پیغام چھوڑا کہ جب میاں صاحب آئیں تو ان کی خدمت میں عرض کر دے کہ خاکسار حاضر ہوا تھا، کافی انتظار کے بعد واپس چلا گیا ہے۔چنانچہ میں گھر واپس چلا آیا، جو گولبازار کے قریب تحریکِ جدید کے کوارٹرز میں تھا۔ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ بیٹھک کے دروازے پر دستک ہوئی۔دروازہ کھولا تو کیا دیکھا کہ حضرت میاں صاحب ہیں۔میری حالت دیکھنے والی تھی (کاٹو تو لہو نہیں)۔میں نے بڑھ کر ادب سے مصافحہ کیا۔آپ اندر تشریف لائے۔یہ بتاتا چلوں کہ کوارٹرز میں 2 کمرے ہوا کرتے تھے،ایک بیڈ روم اور ایک بیٹھک۔ضرورت کے مطابق ہم بیٹھک کو بیڈ روم کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔حضرت میاں صاحب اندر تشریف لائے تو کونے میں بچھے ہوئے بستر پر بڑی بے تکلفی سے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

خاکسار جلدی سے چائے لے آیا۔جو آپ نے نوش فرمائی۔کچھ دیر باتیں کرتے رہے لیکن ان باتوں میں میری آج کی حماقت کا کوئی ذکر نہ تھا۔کچھ دیر میرے غریب خانے کو اپنے قدموں سے برکت بخشنے کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔میں مجسمۂ حیرت بنا کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔یہ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک اور یاد بھی اس واقعہ سے منسلک ہے۔(جاری)

ایک مستقل کیلنڈر

اگر آپ کو کوئی تاریخ معلوم ہے کسی اہم واقعہ کی، کسی خوشی کے موقعہ کی یا اپنی پیدائش کی تو آپ اس مستقل کیلنڈر سے بآسانی معلوم کر سکتے ہیں کہ اس تاریخ کو کون سا دن تھا۔ذرا تجربہ کر کے تو دیکھئے!!

MONTHS

COMMON YEARS, 1800 TO 2050										J	F	M	A	M	J	J	A	S	O	N	D
1801 1807 1818	1829 1835 1846	1857 1863 1874	1885 1891 1903	1914 1925 1931	1942 1953 1959	1970 1981 1987	1998 2009 2015	2026 2037 2043		4	7	7	3	5	1	3	6	2	4	7	2
1802 1813 1819	1830 1841 1847	1858 1869 1875	1886 1897 1909	1915 1926 1937	1943 1954 1965	1971 1982 1993	1999 2010 2021	2027 2038 2049		5	1	1	4	6	2	4	7	3	5	1	3
1803 1814 1825	1831 1842 1853	1859 1870 1881	1887 1898 1910	1921 1927 1938	1949 1955 1966	1977 1983 1994	2005 2011 2022	2033 2039 2050		6	2	2	5	7	3	5	1	4	6	2	4
1805 1811 1822	1833 1839 1850	1861 1867 1878	1889 1895 1901	1907 1918 1929	1935 1946 1957	1963 1974 1985	1991 2002 2013	2019 2030 2041	2047	2	5	5	1	3	6	1	4	7	2	5	7
1800 1806 1817	1823 1834 1845	1851 1862 1873	1879 1890 1902	1913 1919 1930	1941 1947 1958	1969 1975 1986	1997 2003 2014	2025 2031 2042		3	6	6	2	4	7	2	5	1	3	6	1
1809 1815 1826	1837 1843 1854	1865 1871 1882	1893 1899 1905	1911 1922 1933	1939 1950 1961	1967 1978 1989	1995 2006 2017	2023 2034 2045		7	3	3	6	1	4	6	2	5	7	3	5
1810 1821 1827	1838 1849 1855	1866 1877 1883	1894 1900 1906	1917 1923 1934	1945 1951 1962	1973 1979 1990	2001 2007 2018	2029 2035 2046		1	4	4	7	2	5	7	3	6	1	4	6

CALENDAR 1

Mon	1	8	15	22	29
Tue	2	9	16	23	30
Wed	3	10	17	24	31
Thu	4	11	18	25	
Fri	5	12	19	26	
Sat	6	13	20	27	
Sun	7	14	21	28	

CALENDAR 2

Mon		7	14	21	28
Tue	1	8	15	22	29
Wed	2	9	16	23	30
Thu	3	10	17	24	31
Fri	4	11	18	25	
Sat	5	12	19	26	
Sun	6	13	20	27	

CALENDAR 3

Mon		6	13	20	27
Tue		7	14	21	28
Wed	1	8	15	22	29
Thu	2	9	16	23	30
Fri	3	10	17	24	31
Sat	4	11	18	25	
Sun	5	12	19	26	

CALENDAR 4

Mon		5	12	19	26
Tue		6	13	20	27
Wed		7	14	21	28
Thu	1	8	15	22	29
Fri	2	9	16	23	30
Sat	3	10	17	24	31
Sun	4	11	18	25	

CALENDAR 5

Mon		4	11	18	25
Tue		5	12	19	26
Wed		6	13	20	27
Thu		7	14	21	28
Fri	1	8	15	22	29
Sat	2	9	16	23	30
Sun	3	10	17	24	31

CALENDAR 6

Mon	3	10	17	24	31
Tue	4	11	18	25	
Wed	5	12	19	26	
Thu	6	13	20	27	
Fri	7	14	21	28	
Sat	1	8	15	22	29
Sun	2	9	16	23	30

CALENDAR 7

Mon		2	9	16	23	30
Tue		3	10	17	24	31
Wed		4	11	18	25	
Thu		5	12	19	26	
Fri		6	13	20	27	
Sat		7	14	21	28	
Sun	1	8	15	22	29	

تمام سابق طلبائے تعلیم الاسلام کالج سے ایک درخواست

جرمنی میں قائم تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے تعلیم الاسلام کالج کا ایک تصویری سوونیئر مرتب کر رہی ہے۔جس کے لئے (1903 میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے قیام سے شروع کر کے) کالج سے متعلقہ تصاویر درکار ہیں۔

تصاویر اساتذہ کرام کی ہوں، سابق طلبہ کی ہوں، انفرادی ہوں، گروپس کی ہوں یا کالج کی کسی بھی قسم کی تقریبات وغیرہ کی ہوں، ان سب کو جمع کرنا ہماری ضرورت ہے۔لہٰذا تمام دوستوں، بزرگوں اور سابق طلباء سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ کے پاس اگر ایسی کوئی تصاویر موجود ہیں تو انہیں scan کر کے مختصر تعارف کے ساتھ درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھجوا دیں۔آپ کے تعاون کے بغیر تصویری سوونیئر شائع کرنے کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ (chaudhry1937@hotmail.com)

پروفیسر حمید احمد چوہدری صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی
ٹیلیفون: 0049-69-547995

ذرّوں کی کہانی۔آصف کی زبانی

(آصف علی پرویز) (قسط سوم)

کہتے ہیں کسی شہر میں کچھ اندھے رہتے تھے۔انہیں خبر ملی کہ شہر کے چڑیا گھر میں ہاتھی نام کا ایک نیا جانور آیا ہے۔انہوں نے ارادہ کیا کہ کیوں نہ چڑیا گھر چلیں اور ہاتھی بہادر کا حدود اربعہ معلوم کرنے کی کوشش کریں۔چنانچہ وہ چڑیا گھر گئے تو ان میں سے کسی نے ہاتھی کی موٹی موٹی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرا،کسی نے اس کی سونڈ کو چُھوا،کسی نے اس کے لمبے لمبے دانتوں کوٹٹولا اور کسی نے اس کے پنکھا نما کانوں کا احاطہ کیا۔غرض ہر اندھا،ہاتھی کا علیحدہ علیحدہ تصوّر لئے واپس لَوٹا۔

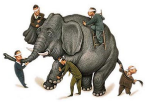

کچھ ایسا ہی حال ہم بیچارے سائنسدانوں کا ہے جو،ان اندھوں کی طرح یہ جاننے کے لئے سرگرداں رہے کہ قدرتِ خداوندی نے ایٹم کے اندر کون کون سے جہان آباد کر رکھے ہیں،کون کون سے ذرّے چھپا رکھے ہیں اور ان ذروں میں کون کون سے خواص پوشیدہ ہیں۔قدرت کے وہ کون سے حسابی فارمولے اور قوانین ہیں جن کے تابع ذرّوں کے خاندان ایٹم کے اندر بود و باش رکھے ہوئے ہیں۔دراصل ایٹم اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ دنیا کی طاقتور سے طاقتور ترین خوردبین بھی اسے دکھا نہیں پاتی۔لہٰذا ان ذرّوں کے مشاہدے اور ان کی زیارت کے لئے اور ہی نوعیت کی آنکھیں درکار ہیں جن میں سے ایک" تجرباتی آنکھ" بھی ہے۔اس سے مراد سائنسی اور تحقیق تجربات کے دوران سامنے آنے والے آثار و مظاہر ہیں جو بعض دیگر ذرّات کے **اناالموجود** ہونے کے ناقابل تردید ثبوت اپنے اندر رکھتے ہیں۔

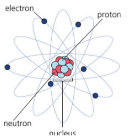

جیسا کہ گزشتہ مضمون میں ذکر کیا گیا تھا کہ الیکٹران ایٹم کے مرکز کے گرد دائروں میں گھوم رہے ہیں۔چونکہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ نظام ہر لحاظ سے مکمل نظام ہے لہٰذا ہر دائرے میں الیکٹرانز کی تعداد بھی معیّن ہے۔ہر دائرے میں الیکٹرانز کی تعداد 2xNxN کے حسابی فارمولے کے تحت ہے۔اس فارمولے میں N سے دائرے کا نمبر مراد ہے۔اب اگر N کی جگہ دائرے کا نمبر لکھ دیں تو ہمیں اُس دائرے میں الیکٹرانز کی تعداد با آسانی معلوم ہوسکتی ہے۔مثلاً دائرہ نمبر ایک میں الیکٹرانز کی تعداد(2=2x1x1)دو ہوگی اور دائرہ نمبر 2 میں الیکٹرانز کی تعداد(2x2x2=8) آٹھ اور دائرہ نمبر 3 میں(2x3x3=18)اٹھارہ ہوگی۔اگر الیکٹرانز ہر دائرے کیلئے مقررہ تعداد کے مطابق اپنے دائرے میں رہیں تو وہ ایٹم اپنی حالتِ فطرتِ صحیحہ (یعنی Normal State)میں ہوتا ہے۔

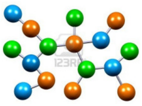

ہر دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی بھی مخصوص ہے۔یعنی پہلے دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی دوسرے دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی سے مختلف ہوتی ہے۔اسی طرح تیسرے دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی دوسرے دائرے کے الیکٹرانز سے مختلف ہوتی ہے۔تانبے میں خالق کائنات نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اس کے الیکٹران بغیر کسی رکاوٹ اور مزاحمت کے ایک ایٹم سے دوسرے ایٹم میں با آسانی منتقل ہو سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بجلی کے تار تانبے سے بنائے جاتے ہیں۔اس ضمن میں ایک اور دھات ٹنگسٹن (Tungusten)بہت اہم ہے جسے خدا تعالیٰ نے 74 الیکٹرانز ودیعت کر رکھے ہیں۔بجلی کے بلب کے اندر باریک سی تار کا بنا ہوا جو چھلّا دکھائی دیتا ہے وہ ٹنگسٹن سے بنایا جاتا ہے۔یہی چھلّا ہے جو روشنی پیدا کرتا ہے۔اور وہ یوں کہ بجلی کا بٹن آن کرنے سے بجلی کے الیکٹرانز ٹنگسٹن کے الیکٹرانز کے ساتھ کھینچا تانی شروع کر دیتے ہیں۔مثلاً پہلے دائرے میں موجود 2 الیکٹرانز میں سے ایک چھلانگ لگا کر دوسرے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔چنانچہ اب پہلے دائرے میں صرف ایک الیکٹران رہ جاتا ہے جبکہ دوسرے دائرے میں 8 کی بجائے 9 الیکٹرانز ہو جاتے ہیں۔یہ ایک غیر طبعی (excited state) حالت ہے اور دوسرے دائرے میں 9 الیکٹرانز کی موجودگی خدا تعالیٰ کے طبعی قانون اور حسابی تقسیم کے منافی ہے۔چنانچہ اس دائرے کے الیکٹران اپنے میں سے ایک الیکٹران کو پہلے دائرے میں دھکیل دیتے ہیں اور چونکہ ہر دائرے کی اپنی مخصوص توانائی ہے لہٰذا جب دوسرے دائرے کا ایک الیکٹران پہلے دائرے میں آتا ہے تو اُسے خود کو پہلے دائرے کے لئے مخصوص توانائی سے ہم آہنگ کرنے کی غرض سے زائد طاقت کو روشنی کی صورت میں خارج کرنا پڑتا ہے جس سے بلب جگمگا اٹھتا ہے۔

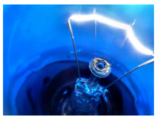

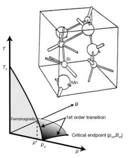

الیکٹران کا اپنے مخصوص دائرے سے تجاوز اور پھر اپنے حقیقی اور فطری دائرے میں واپسی کے عمل سے گناہ کی فلاسفی،نفسِ امّارہ،نفسِ لوّامہ اور نفسِ مطمئنّہ کو سمجھنا کس قدر آسان ہوجاتا ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے تو ہر انسان کو فطرتِ صحیحہ پر پیدا فرمایا ہے لیکن شیطان اُسے ورغلاتا اور خدا کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرواتا ہے۔مگر نفسِ لوامہ ملامت کر کے واپس فطرتِ صحیحہ کی طرف لے آتا ہے۔اسی طرح جن دھاتوں کے الیکٹران اپنے مقررہ دائرے میں رہتے ہیں اور اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتے وہ نفسِ مطمئنّہ کی مانند(Normal State)میں ہوتے ہیں۔

یہاں اس امر کا ذکر بہت ضروری ہے کہ ایٹم اکیلا نہیں رہتا بلکہ اپنے رفقاء کے ساتھ باہم مل کر ایک گروپ تشکیل دیتا ہے جسے سالمہ (molecule) کہا جاتا ہے۔"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو"اس آیت میں مذکور'طاق'اور سالمہ(یعنی molecule) میں کیا مشابہت پائی جاتی ہے اس کا ذکر آئندہ قسط میں کیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔

المنارنامہ

☆دسمبر کا شمارہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔المنار ماشاءاللہ معلوماتی مضامین سے پُر اور خوبصورتی سے ترتیب دیا گیا ہے۔تمام اداراتی ٹیم کو سلام۔اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

(عطاءالوحید باجوہ۔ایڈیٹر ماہنامہ خالد ربوہ)

☆سب سے پہلے المنار کے دو کامیاب سال مکمل ہونے پر مبارکباد۔آپ نے اس دوران جو خوبصورت اور قابل قدر تحریریں پڑھنے کو مہیّا کیں نیز کالج کے وہ سابق طلباء جنہوں نے اپنی قیمتی یادیں پڑھنے والوں کے ساتھ share کیں۔ان سب کا اور آپ کا شکریہ۔مستحق طلباء کی امداد کے لئے آپ کی کاوشیں بہت ہی قابل قدر ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو صحت و سلامتی اور نیک کاموں کو آگے بڑھاتے چلے جانے والی عمر دراز عطا کرے اور اس نئے سال اور ہر آنیوالے سال میں اسلام احمدیت کی فزوں تر کامیابیاں دکھاتا چلا جائے۔آمین۔

(سعیدہ بقاپوری۔کینیڈا)

جنتری نئے سال کی

یعنی بلبل بولتا تھا یا بولتی تھی تو لوگ جان لیتے تھے کہ بہار آئی ہے۔ ہم نئے سال کی آمد کی فال جنتریوں سے لیتے ہیں۔ ابھی سال کا آغاز دور ہوتا ہے کہ بڑی بڑی مشہور عالم مفید عالم جنتریاں دوکانوں پر آن موجود ہوتی ہیں۔ بعض لوگ جنتری نہیں خریدتے۔ خدا جانے سال کیسے گزارتے ہیں۔ اپنی قسمت کا حال اپنے خوابوں کی تعبیر، اپنا ستارہ (چاند سورج وغیرہ بھی) کیسے معلوم کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جنتری اپنی ذات سے ایک قاموس ہوتی ہے۔ ایک جنتری خرید لو اور دُنیا بھر کی کتابوں سے بے نیاز ہو جاؤ۔ فہرست تعطیلات اس میں، نماز عید اور نماز جنازہ پڑھنے کی تراکیب، جانوروں کی بولیاں، دائمی کیلنڈر، محبت کے تعویذ، انبیائے کرام کی عمریں، اولیائے کرام کی کرامتیں، لکڑی کی پیائش کے طریقے، کون سا دن کس کام کیلئے موزوں ہے، فہرست عرس ہائے بزرگان دین، صابن سازی کے گر، شیخ سعدی کے اقوال، چینی کے برتن توڑنے اور شیشے کے برتن جوڑنے کے نسخے، اعضاء پھڑکنے کے نتائج، کرۂ ارض کی آبادی، تاریخ وفات نکالنے کے طریقے۔ یہ محض چند مضامین کا حال ہے کوزے میں دریا بند ہوتا ہے اور دریا میں کوزہ۔ یوں تو سبھی جنتریاں مفید مضامین کی پوٹ ہوتی ہے۔ جو ذرّہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔ لیکن روشن ضمیر جنتری (جیبی) کو خاص شہرت حاصل ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اسی کا تازہ ترین ایڈیشن ہے۔ ایک باب اس میں ہے ''کون سا دن کون سے کام کیلئے موزوں ہے''

ہفتہ: سفر کرنے، بچوں کو اسکول میں داخل کرانے کیلئے۔
اتوار: شادی کرنے، افسروں سے ملاقات کرنے کیلئے
بدھ: نیا لباس پہننے، غسل صحت کیلئے
جمعرات: حجامت بنانے دعوتِ احباب کیلئے
جمعہ: غسل اور شادی وغیرہ کرنے کیلئے

ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ اندھا دھند جس دن جو کام چاہیں شروع کر دیتے ہیں۔ یہ جنتری سب کے پاس ہو تو زندگی میں انضباط آ جائے۔ ہفتے کا دن آیا اور سبھی لوگ سوٹ کیس اُٹھا کر سفر پر نکل گئے۔ جو نہ جا سکے وہ بچوں کو اسکول میں داخل کرانے پہنچ گئے۔ اس سے غرض نہیں کہ اسکول کھلے ہیں یا نہیں، یا کسی کے بچے ہیں بھی کہ نہیں۔ جدھر دیکھو، بھیڑ لگی ہے۔ اتوار کو ہر گھر کے سامنے چھولداریاں تنی ہیں اور ڈھولک بج رہی ہے۔ لوگ سہرے باندھنے کے بعد جنتری ہاتھ میں لئے افسروں سے ملاقات کرنے چلے جا رہے ہیں۔ بدھ کو سبھی حماموں میں پہنچ گئے اور جمعرات کو لوگوں نے حجامت بنوائی، اور دوستوں کے پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں کہ ہمارے ہاں آ کر دعوت کھا جائیو۔ جمعہ کے روز نکاح ثانی کا نمبر ہے۔ جو لوگ اس منزل سے گزر چکے ہیں، وہ دن بھر نل کے نیچے بیٹھ کر نہائیں کہ ستاروں کا حکم یہی ہے۔

ایک باب اس میں جسم کے اعضاء کے پھڑکنے اور ان کے عواقب کے بارے میں بھی ہے۔ آنکھ پھڑکنا تو ایک عام بات ہے۔ رخسار، شانۂ راست، گوشِ چپ، انگشت چہارم، زبان، گلا، گردن بجانب چپ، تھوڈی، بغلِ راست وغیرہ اُن پچاسی اعضاء میں سے ہیں جن کے پھڑکنے پر نظر رکھنی چاہیئے۔ ان میں سے بعض کے نتائج ایسے ہیں کہ ہم نقل کر دیں تو فحاشی کی زد میں آ جائیں۔ ایک دو امور البتہ فاضل مرتبین نظر انداز کر گئے۔ نگہ انتخاب کی پسلی پھڑک اُٹھنا استادوں کے کلام میں آیا ہے۔ اس کا نتیجہ نہیں دیا گیا۔ ہماری رگ حمیت بھی کبھی کبھی پھڑک اُٹھتی ہے۔ اس کے عواقب کی طرف بھی یہ جنتری رہنمائی نہیں کرتی۔ یہ نقائص رفع ہونے چاہئیں۔

یہ معلومات تو شاید کہیں اور بھی مل جائیں لیکن اس جنتری کا مغز محبت کے عملیات اور تعویذات ہیں جو حکمی تاثیر رکھتے ہیں۔ قیس میاں کی نظر سے ایسی کوئی جنتری گزری ہوتی تو جنگلوں میں مارے مارے نہ پھرتے۔ ایک نسخہ حاضر ہے۔

''محبت کے مارے کو چاہیئے کہ ۱۲ مارچ کو بوقت ایک گھڑی بعد طلوع آفتاب، مشرق کی طرف منہ کر کے نقش ذیل کو نام مطلوب بمع نام والدہ مطلوب، اُلو کے خون سے لکھ کر اپنے دہنے بازو پر باندھے اور مطلوب کو ۲۰ مارچ بوقت صبح ایک گھڑی ۵ ۴ پل پر بعد طلوع آفتاب اپنا سایہ دے۔ مطلوب فوراً مشتاق ہو جائے گا''۔

۹۱، ۱۱م و م ۱۰ ع ۱۱ ع ۱۱

نام مطلوب مع والدہ مطلوب، اپنا نام مع نام والدہ

یہاں بعض باتیں جی میں آتی ہیں۔ اگر مطلوب یا محبوب بات نہیں کرتا تو اس کی والدہ اور دیگر رشتہ داروں کے نام کیسے معلوم کئے جائیں؟ پھر اُلو کو کیسے پکڑا جائے اور ۲۰ مارچ کو بوقت صبح عین ایک گھڑی ۵ ۴ پل بعد طلوع آفتاب مطلوب کو کیسے مجبور کیا جائے کہ طالب کے سائے میں آئے؟ ان باتوں کا اس جنتری میں کوئی ذکر نہیں۔ ہاں جنتری کے پبلشر نے جنتر منتر مکمل، نامی جو کتاب بقیمت چھ روپے شائع کی ہے اس میں ان کی تفصیل مل جائے گی۔

جو لوگ ہماری طرح تن آسان ہیں محبت میں اتنا کشٹ نہیں اُٹھا سکتے ان کیلئے مرتب جنتری نے کچھ آسان تر عمل بھی دیے ہیں۔ جن کی بدولت محبوب قدموں پر تو خیر آ کر نہیں گرتا، لیکن مائل ضرور ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تعویذ ہے جسے ہر روز کاغذ کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر اور نیچے طالب و مطلوب کے نام درج کر کے آٹے کی گولیوں میں لپیٹ کر دریا میں ڈالنا چاہیئے۔ اور چالیس دن تک یہی کرنا چاہیئے۔ ہم نے حساب لگایا ہے از راہ کفایت آدھے تولے کی گولی بھی بنائی جائے تو ایک پاؤ روزانہ یعنی دس سیر آٹے میں محبوب کو راضی کیا جا سکتا ہے۔ جو حضرت اس میں بھی خِسّت کریں اور اپنی محبت کو بالکل پاک رکھنا چاہیں وہ ایک اور عمل کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب بھی محبوب سامنے آئے، آہستہ سے دل میں بسم اللہ الصمد، دس بار پڑھیں اور آخر میں محبوب کی طرف منہ کر کے پھونکیں۔ اس طرح کہ منہ کی ہوا اس کے کپڑوں کو چھو سکے۔ پندرہ بیس مرتبہ ایسا کرنے سے اس کے دل میں قرار واقعی محبت پیدا ہو جائے گی۔

یہ عمل بظاہر تو آسان معلوم ہوتا ہے لیکن عملاً ایسا آسان بھی نہیں۔ اوّل تو محبوب کو اتنی دیر سامنے کھڑا رہنے پر مجبور کرنا کہ آپ دس بار عمل پڑھ کر پھونکیں مار سکیں اور وہ بھاگے نہیں، اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے۔ پھر آپ جو پھونکیں ماریں گے اس کی بناء پر محبوب کیا رائے قائم کرے گا۔ اس کے متعلق ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔ زیادہ شوقین مزاج ان دونوں سے قطع نظر کر کے محبت کا سرمہ استعمال کر سکتے ہیں۔ جس کا بنانا تھوڑی محنت ضرور لے گا لیکن اس کا جادو بھی عالمگیر ہے۔ یعنی صرف محبوب ہی پر کاری اثر نہیں کرتا بلکہ لکھنے والے نے لکھا ہے کہ یہ سرمہ ڈال کر ''جس کی طرف بھی صبح سویرے دیکھے، وہی محبت میں مبتلا ہو جائے گا''۔

یہ سرمہ بنانے کیلئے حاجتمند کو ۱۹ فروری کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اس روز وہ بوقتِ طلوع آفتاب پرانی داتن کو جلا کر اس کی راکھ میں چمگادڑ کا خون ملائے اور اس سے یہ نقش بوقت صبح ایک گھڑی ۱۵ پل بعد طلوع آفتاب لکھے اور اس پر سورۂ فلق گیارہ سو بار پڑھے پھر نئے چراغ میں روغن کنجد (تل کا تیل) ڈال کر جلائے اور اس کی سیاہی آنکھوں میں ڈالے۔ حسب ہدایت ایک صاحب نے یہ سرمہ دنبالہ دار لگایا تھا۔ اتنا ہم نے بھی دیکھا کہ محبوب انہیں دیکھتے ہی ہنس دیا۔ آگے کا حال ہمیں نہیں معلوم۔

لوگ اکثر شکایت کرتے ہیں کہ اُردو میں کوئی انسائیکلو پیڈیا یا برٹینیکا وغیرہ دیکھی ہے۔ الم غلم مضامین کا طومار ہے۔ اہل دل کے مطلب کی ایک بات بھی نہیں۔ نہ نسخے نہ تعویذ، نہ عرسوں کی تاریخیں، نہ محبت کے عملیات، نہ خوابوں کی تعبیریں۔ ہمارا یہ دستور ہو گیا ہے کہ باہر کی چیز کو ہمیشہ اچھا جانیں گے۔ اپنے ہاں کے سونے کو بھی مٹی گردانیں گے۔

(ابن انشاء کی تصنیف خمار گندم سے لیا گیا ایک مضمون)

☆☆

تعلیم الاسلام کالج کی روایتوں کا بیان

(ڈاکٹر پرویز پروازی)

تعلیم الاسلام کالج محض ایک کالج نہیں تھا اپنی ذات میں ایک روایت تھا جس میں دینی تربیت اور دنیاوی تعلیم کے عناصر آپس میں گندھے ہوئے تھے۔ ان کا خمیر اخلاص ومحبت، وضع داری وحمیت ،قربانی وغریب پروری، مساوات ومسابقت، علمیت وروحانیت اور انسانیت وشرافت کے خمیر سے

اٹھا تھا۔ اس ادارہ کا لائحہ عمل یعنی ماٹو علم و عمل تھا۔ اس ادارہ میں چھوٹے بڑے اونچے نیچے امیر غریب کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ ہر طالب علم طالب علم تھا اور ہر استاد استاد۔ ہر وجود کو اپنے مرتبہ اور ذمہ داری کا احساس تھا طلباء کو اس بات کا کہ وہ طالب علم ہیں اور ان کی اولیں ترجیح تعلیم ہے اساتذہ کو اس بات کا کہ وہ استاد ہیں اور ان کی اولین ذمہ داری طلباء کو علم کی روشنی سے منور کرنا ہے اور ان کے تربیتی امور کی نگرانی کرنی ہے۔ غالباً یہ ملک کا پہلا اور آخری ادارہ تھا جہاں کبھی ہڑتال نہیں ہوئی۔ کبھی اساتذہ اور طلبا میں اختلاف نہیں ہوٗا حالانکہ عقیدہ کے لحاظ سے اس کالج میں اور خاص طور سے فضل عمر ہاسٹل میں اکثریت ایسے طلبا کی ہوتی تھی جو جماعت کے عقائد سے متفق نہیں تھے۔ اس کالج میں کبھی سر پھٹوّل کے واقعات نہیں ہوئے حالانکہ اس کالج میں بھی جذباتی نوجوان پڑھتے تھے اور نوجوانوں میں جھگڑے ہونا نوجوانی میں لابدی ہوتے ہیں۔ کالج میں دھڑے بندی بھی نہیں ہوئی حالانکہ اس کالج میں بھی مختلف سوسائٹیوں اور یونین کے انتخابات ہوتے تھے۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کالج میں انسان ہی پڑھتے تھے اور انسان ہی پڑھاتے تھے، اور انسان غلطی کا پُتلا ہے۔ (ہمارے ایک استاد اسے پَتلا پڑھا کرتے تھے)۔ میں اس مضمون میں ان اسباب کا جائزہ لینا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے یہ سب باتیں ممکن ہوئیں۔ آپ مجھ سے اختلاف کرنے کا حق رکھتے ہیں اور میں جو کچھ عرض کرنے جا رہا ہوں وہ حرفِ آخر نہیں ہے۔

اس کالج کی بنیاد قادیان جیسے قصبہ میں پڑی جو جماعت احمدیہ کا مرکز تھا۔ جس کی فضا میں اخلاص ووفاداری کی خوشبو رچی بسی ہوئی تھی۔ وہاں علم کی بڑی قدر تھی۔ ہر عالم کو سر آنکھوں پر جگہ دی جاتی تھی۔ ہمیں یاد ہے قادیان میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح ہوٗا تو ہندوستان کے اس وقت کے مشہور ترین سائنس دان سر شانتی سروپ

بھٹنا گر تشریف لائے۔ یہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کالج کے ایک بلاک میں قائم کی گئی تھی۔ سارا قادیان اس بے پناہ سائنس دان کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑا یوں لگتا تھا جیسے کسی میلہ کا سماں ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ سر شانتی سروپ سائنس کے میدان میں دنیا بھر کے جانے پہچانے سائنس دان تھے۔ اگلے روز سکول میں ہر ساتھی دوسرے ساتھی سے یہی سوال کرتا نظر آیا کہ کیا اس نے سر شانتی سروپ کو دیکھا ہے؟ اس ماحول میں رہنے اور پلنے والے بچے علم کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں تو کیا اس ماحول میں پیدا ہونے اور قائم ہونے والا ادارہ اس جذبہ سے متاثر نہ ہوتا؟ اب اس ادارہ سے فارغ التحصیل طلبا میرے سامنے بیٹھے ہیں کیا آپ نے اپنے ادارہ کو عالموں کی قدر کرتے نہیں دیکھا؟ کیا آپ کے ادارہ میں چوٹی کے سائنسدان، اعلیٰ پایہ کے دینی اور دنیاوی علماء، مؤرخین، مصنفین، مانے ہوئے ادیب اور مشہور شاعر اور کھلاڑی نہیں آتے رہے اور آپ ان سے مستفیض نہیں ہوتے رہے؟ اور یہ علما صرف علم کے ناطے سے بلائے جاتے رہے ان کا عقیدہ یا ان کی وطنیت اس کا باعث نہیں تھی۔ مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو کہ روس کے سائنس دان ان دنوں ربوہ بلائے گئے اور آئے جن دنوں روس کا نام لینا بھی گناہ تھا۔ مجھے تو اس روسی سائنس دان کی یہ بات بھی یاد ہے کہ ”مجھے اس ادارہ کے در و دیوار سے علم دوستی کی خوشبو آ رہی ہے“۔ تعلیم الاسلام کالج کے تو نام میں اسلام کا لفظ موجود تھا مگر اس ادارہ نے ایسے ملک کے سائنس دان کی عزت افزائی کی جو خدا کا ہی منکر تھا۔ اور اسی ملک نے خلائی سائنس میں پہلی کامیابی حاصل کی یعنی ہمارا ادارہ علم کے معاملہ میں اتنا فراخ دل تھا اور اسلام کا صحیح پیروکار کہ اسلام کا حکم ہے اطلب العلم ولو کان بالسین! قادیان میں سر شانتی سروپ بھٹنا گر آتے تھے ربوہ میں روس امریکہ برطانیہ کے سائنس دان اٹلی اور یورپ کے مستشرقین۔ عجیب ادارہ تھا اور عجیب لوگ تھے۔ اور ایسے ملک میں قائم تھا جہاں کے لوگ علم کے معاملہ میں اتنے کوتاہ دست اور تنگ نظر ہو گئے ہیں کہ اپنے نوبیل انعام یافتہ شخص کے وجود کو بھی اپنے تعصب میں تسلیم نہیں کرتے۔ میں آپ کو کیا بتا رہا ہوں؟ یہ کہ تعلیم الاسلام کالج جتنا علم کا اور عالموں کا قدردان تھا اتنا ہی علم حاصل کرنے والوں کا بھی قدردان تھا اس قدر دانی سے میں بھی متمتع ہوٗا اور آپ میں سے ہر کوئی متاثر ہوٗا ہو گا۔ اس ادارہ کی پہلی روایت علم کی قدر دانی تھی۔ اب میں سامنے کی مثال دیتا ہوں۔ تعلیم الاسلام کالج ایسا ادارہ تھا جس کے نوے فیصد طالب علم کسی نہ کسی طور سے کالج کے مالی طور پر احسان مند تھے کسی کی آدھی فیس معاف تھی کسی کی پوری فیس معاف تھی کسی کو پانچ روپے وظیفہ ملتا تھا کسی کو دس روپے۔ کسی کا ہاسٹل کا کھانا مفت تھا کسی کو ہاسٹل کی رہائش مفت تھی اور اس رعایت کے لئے کسی کا عقیدہ نہیں پوچھا جاتا تھا۔

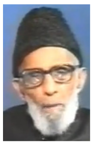

پرنسپل صاحب طلبا پر اس درجہ مہربان تھے کہ جرمانہ کرنے والے فراخ دلی سے جرمانے کرتے رہتے تھے اور پرنسپل صاحب اس سے بھی زیادہ فراخ دلی سے جرمانے معاف کر دیتے تھے حتیٰ کہ استاذی المکرم خالد صاحب نے پرنسپل صاحب سے شکوہ کیا کہ ہم جرمانہ کرتے ہیں آپ معاف کر دیتے ہیں اس طرح تو کالج کا انتظام گڑ بڑ ہو جائے گا۔ پرنسپل صاحب نے نہایت خوبصورت جواب دیا کہ اگر اللہ میاں نے میرے دل میں طلبا کے لئے رحم ڈالا ہے تو میں ایسا کیوں نہ کروں؟ ہر قسم کی رعایت دینے میں پرنسپل صاحب کی اتنی فراخ دلی دیکھ کر کالج کے ایک مشہور طالب علم نے جو ابھی پچھلے برس رہگزائے بقا ہوئے ہیں ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کو درخواست گذاری کہ ”میں صبح اٹھنے کا عادی نہیں ہوں اس لئے از راہ کرم مجھے صبح کی نماز میں حاضری معاف کی جائے“ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے وہ درخواست پرنسپل صاحب کو بھجوا دی۔ پرنسپل صاحب نے ناراض ہونے کی بجائے اس درخواست پر لکھا کہ ”میں اللہ رسول کے حکم کی معافی دینے والا کون ہوتا ہوں؟ آئندہ سے احتیاط کروں گا کہ آپ کی نماز سے غیر حاضری کے جرمانے معاف نہ کروں“۔

یہ بات تو برسبیل تذکرہ سامنے آ گئی۔ غریب طلبا کی امداد کرنے کے لئے کالج کی ایک پالیسی تھی وہ میں عرض کرتا ہوں۔ پالیسی یہ تھی اگر امتحان میں چھ سو نمبر لینے والے طلبا وظیفہ کے مستحق ٹھہرتے ہیں تو کئی ایسے بھی ذہین طلبا ہوتے ہیں جو پانچ سو نناوے یا پانچ سو اسی نمبر لیتے ہیں ان کو وظیفہ نہیں ملتا۔ اکثر ایسے ہوتے ہیں جو کالج کی پڑھائی کا سلسلہ جاری ہی نہیں رکھ سکتے۔ کالج ایسے طلبا کو تلاش کر کے انہیں وظیفہ دیتا تھا کہ ان کی پڑھائی میں روک نہ پڑے اگر ایسے اچھے نمبروں والا طالب علم کالج میں آ جاتا تھا تو کالج اس کا متکفل ہو جاتا تھا۔ کالج میں صرف نمبر پوچھے جاتے تھے عقیدہ نہیں پوچھا جاتا تھا۔ پھر ہم جیسے نکمے اور غریب طلبا بھی آ جاتے تھے جو لاہور یا کسی دوسری جگہ کالج میں داخل ہونے کی مقدرت ہی نہیں رکھتے تھے کالج انہیں بھی سنبھال لیتا تھا وظیفہ دیتا تھا خیال رکھتا تھا ہاں یہ ضرور تھا کہ اگر وظیفہ والے طلبا پڑھائی میں سست گامی دکھاتے تو نقصان اٹھاتے تھے۔ کالج اپنی نوازشات کسی دوسرے ذہین طالب علم کی طرف پھیر دیتا تھا اور حق بجانب تھا۔ ایسا ہوتا ضرور تھا مگر الشاذ کالمعدوم کے حکم میں تھا یعنی نہ ہونے کے برابر۔ اور یہ جو ہم آج اکٹھے ہوئے ہیں اس کا مقصد اولیں بھی یہی ہے کہ ایسے طلبا کی امداد کے لئے جو ذہانت سے مالا مال ہیں مگر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے کوئی سبیل کی جائے۔ (صدر صاحب عزیزم ڈاکٹر اعجاز رؤف کی رپورٹ سے معلوم ہوٗا ہے کہ ایسوسی ایشن نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مد میں سولہ ہزار ڈالر یعنی تقریباً پندرہ لاکھ روپیہ اکٹھا کر لیا ہے۔ الحمدللہ اللھم زد فزد)

کالج کی دوسری روایت جس کا میں ذکر کرنے جا رہا ہوں یہ تھی کہ اس ادارہ کا ہر استاد استاد تھا اور ہر طالب علم طالب علم۔ آپ کہیں گے یہ کیا بات ہوئی؟ ہر استاد استاد ہوتا ہے طالب علم طالب علم ہوتا ہے مگر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ دوسرے اداروں میں تو آپ کا استاد صرف وہ ہوتا تھا جس کا مضمون آپ نے پڑھا ہے یا جس نے آپ کو کچھ پڑھایا ہے مگر تعلیم الاسلام کالج میں ایسا نہیں تھا ہر وہ استاد جو آپ کی طالب علمی کے زمانے میں استاد تھا وہ استاد تھا اور آپ طالب علم۔ میں مثال دیتا ہوں اور

یہ مثال ہمارے شرفاء کے معاشرہ کی مثال ہے۔ ۱۹۵۵ کی بات ہے میں بزم اردو کا سکرٹری تھا۔ ہمارے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد نے ایک بار خاص طور سے مجھے بلایا اور فرمایا دیکھو میں کچھ

دنوں کے لئے کراچی جا رہا ہوں میری غیر حاضری میں میرے گورنمنٹ کالج کے زمانہ کے ایک استاد بزم اردو کی تقریب میں کالج میں آ رہے ہیں ان کا خاص خیال رکھنا۔ میں کہا بسر وچشم۔ میں ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے پرنسپل صاحب کے ایک کلاس فیلو سے پوچھا کیا میاں صاحب کالج میں سائنس پڑھتے تھے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں چپ ہو گیا اور سوچنے لگا کہ آپ سائنس تو پڑھتے نہیں تھے یہ کیسی شاگردی ہوئی؟ کسی دوسرے کام کے سلسلہ میں میں پرنسپل کے دفتر میں حاضر تھا۔ پرنسپل کے عزیزوں میں سے ایک طالب علم بھی موجود تھا پرنسپل صاحب اس کو سرزنش فرما رہے تھے ''تمہارا یہ کہنا کہ فلاں استاد تمہارا استاد نہیں کہ تم وہ مضمون نہیں پڑھتے بالکل غلط بات ہے جو بھی کالج کے سٹاف پر ہے وہ تمہارا استاد ہے اور لائق احترام۔ تم اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتے۔ ابھی جاؤ اور اپنے استاد سے معافی مانگ کر آؤ۔'' وہ طالب علم سائنس کا طالب علم تھا اور جس استاد کا ذکر درمیان میں تھا وہ آرٹس کے کسی مضمون کے استاد تھے۔ کالج کی اس روایت کا میں اس لئے بھی بیان کر رہا ہوں کہ اب زمانہ بدل گیا ہے ہمارے ہاں کی پرانی روایتیں پرانی سمجھ کر بھلائی جا رہی ہیں کچھ مغربی معاشرہ کا اثر ہے مگر تعلیم الاسلام کالج کے طلبا کو یہ روایت یاد رکھنی چاہیئے۔

علی گڑھ مسلم کالج کی روایت بھی ایسی ہی تھی کہ اگر کسی علیگ کو مدتوں بعد کوئی ایسا استاد مل جاتا جو اس کے زمانہ یا کسی زمانے میں علی گڑھ کالج سے وابستہ رہا ہوتا تو وہ لوگ ان کے سامنے بچھ بچھ جاتے کہ یہ علی گڑھ کا استاد ہے اور ہم علی گڑھ کے طالب علم رہے ہیں۔ ہم تو اب تک کسی ایسے

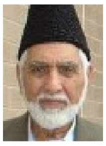

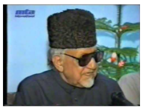

استاد کو جو ہماری طالب علمی کے زمانہ میں استاد تھا استاد ہی کہتے اور سمجھتے ہیں اور اس میں اس استاد کی کوئی عزت افزائی نہیں خود اپنی عزت افزائی ہے۔ استاذی المحترم چوہدری محمد علی صاحب کو استاذی المحترم کہنے سے ان کی عزت نہیں بڑھتی خود ہماری عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ استاذی المکرم مبارک احمد انصاری یہاں تشریف فرما ہیں انہیں استاذی المکرم کہنا ان کے لئے نہیں ہمارے لئے باعث شرف ہے۔

نئے لوگوں کے لئے ایک بات کہہ دوں جب میں اورئینٹل کالج میں پڑھتا تھا تو برصغیر کے نامور عربی عالم علامہ عبدالعزیز میمنی لاہور تشریف لائے۔ ہمارے پرنسپل ڈاکٹر سید عبداللہ نے طلبا سے ان

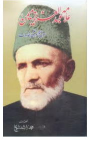

کا تعارف کرواتے ہوئے کہا بچو آج علامہ عبدالعزیز میمنی سے مل لو کل اس بات پر فخر کیا کرو گے کہ ہم علامہ عبدالعزیز میمنی سے ملے ہیں اور ان کے ارشادات سنے ہیں۔ اب اسی قبیل کی ایک بات کہ استاذی المحترم چوہدری محمد علی صاحب جب پہلی بار سجاد ملک کے بلانے پر کینیڈا تشریف لائے تو وینکوور سے کالج کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے والا پاکستان پولیس باسکٹ بال ٹیم کا ایک عیسائی کھلاڑی والیس (جسے عرف عام میں والی کہا جاتا تھا) اپنے بیٹے کو لے کر خاص طور پر ٹورنٹو آیا اور اپنے بیٹے کو چوہدری صاحب سے ملوایا۔ کہنے لگا بیٹے ان سے مل لو اور ان کی باتیں سن لو عمر بھر فخر کرتے رہو گے کہ میں نے چوہدری محمد علی صاحب کو دیکھا ہوا ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں یہاں کہیں ٹورنٹو میں ہی باسکٹ بال کا نامور کھلاڑی خالد تاج رہتا ہے جو جماعت احمدیہ سے وابستہ نہیں۔ چوہدری صاحب کے یہاں آنے پر جس بے قراری اور محبت سے وہ ان کے گرد گھومتا رہا کیا کوئی چاہنے والا اپنے محبوب کے گرد گھومے گا۔ اے کاش اسے اس مجلس میں بلایا گیا ہوتا تو وہ سر کے بل آتا (میں دیکھ رہا ہوں کہ عزیزی ڈاکٹر خالد تاج یہاں اس محفل میں موجود ہیں اللہ انہیں خوش رکھے)۔ (جاری)

بالکل اسی طرح

لنڈن میں پنڈت نہرو کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں دیگر معززین کے ساتھ ڈیوک آف ونڈسر اور سر عبدالقادر بھی مدعو تھے۔ چھری کانٹے سے کھانا کھاتے ہوئے ڈیوک آف ونڈسر نے سر عبدالقادر پر چوٹ کی کہ کیا تمہارے مسلمان اب بھی ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں؟

جی ہاں! بالکل! وہ اب بھی ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھایا کرتے تھے۔ سر عبدالقادر نے جواب دیا۔

تعلیم الاسلام کالج
اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران

قسط
ہشتم

مکرم فضل احمد طاہر صاحب

مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب

مکرم عبدالشکور اظہر صاحب

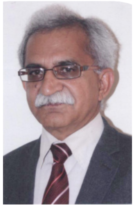

مکرم معین الدین لنگاہ صاحب
عرصہ تعلیم 1975-76ء

مکرم قمر احمد صاحب
عرصہ تعلیم 1990-92ء

مکرم عبدالقدیر کوکب صاحب
عرصہ تعلیم 1968-72ء

مکرم ڈاکٹر نصیر احمد صاحب

مکرم خلیل احمد باجوہ صاحب

مکرم محمد سلیمان صاحب

مکرم صغیر احمد صاحب
عرصہ تعلیم 1968-70

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران کی تصاویر ''المنار'' میں

باہمی تعارف کو وسعت دینے اور ریکارڈ کا حصہ بنانے کی غرض سے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران کی تصاویر المنار میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا جا چکا ہے۔ ممبران سے گذارش ہے کہ اپنی تصویر اور تعلیم الاسلام کالج میں عرصہ تعلیم کی تفصیل بذریعہ ای میل یا بذریعہ ڈاک مجلس ادارت کو بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔